www.khanqah.in

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

سوکھس مول چھُے چَنَن تہٕ کھٮ۪نَن
نٮ۪ندرِ مول چھُے اوخَنَن ہٕتی
رٮ۪شن مول چھُے وارٕن تہٕ وَنَن
کلہٕ وَن مول چھُے پَتھ کنٕن ہٕتی

دِل کا آرام ہوتو کھانے پینے میں بھی لطف اور مزہ ہے بالکل اسی طرح مُلّائے بے عمل کو نیند میں سکون ملتا ہے، اور خداپرستوں کو قدرت کے مناظر جنگلوں اور میدانوں میں مشاہدہ کرکے قلبی مسّرت حاصل ہوتی ہے، چکوروں کیلئے سنگریزوں کی خورش ہی سکون بخشتی ہے۔

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

اشاعت کاچودھواں سال

14th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**

Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3روپے

19/جولائی 2013ء جمعۃ المبارک 09 رمَضَان ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر 26

رمضان المبارک اور ہمارے اَسلاف

(مولانا)حذیفہ وستانوی۔مہاراشٹر

رمضان المبارک کامبارک مہینہ سرو پرمنڈلا رہا ہے،اخبارات وجرائد میں اس سلسلہ میں بہت کچھ فضائل ومسائل کوبیان کیاجارہاہے میں نے مناسب سمجھا کہ ان فضائل ومسائل کوصرف کتابوں اور صفحات وقلم تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ ہمارے اسلاف نے حتی المقدور ان کوعملی جامہ پہنایا اور نیکیوں کے اس موسم بہار میں خوب نیکیاں لوٹی اور رمضان کا گویا حق ادا کردیا۔لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ ہمارے اسلاف میں سے بعض کے رمضان گذارنے کے احوال قارئین کی نظر کی جائیں تاکہ انھوں معلوم ہوکہ رمضان کے فضائل ومسائل صرف پڑھنے پڑھانے لکھنے ولکھانے اور سننے سنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس پرعمل کیا جانا چاہیے جیسا کہ ہمارے اسلاف نے عمل کیاتو آیئے ہم اسلاف کے احوال معلوم کرتے ہیں۔

حضرت عثمان ابن عفانؓ رات میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے رمضان کے فضائل میں افطار کرنا اور غرباء ومساکین کی رعایت کرنے پر بے حساب ثواب اوراس کے فضائل سنے تھے لہٰذا ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ رمضان میں ہمیشہ غرباء مساکین اور یتیموں کے ساتھ ہی افطار کرتے تھے اور ان پر بے تحاشا خرچ کرتے تھے،عبداللہ ابن عمرؓ کے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حال یہ تھا کہ ایوب ابن وائل فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ان کے پاس چار ہزار دراہم آئے مگر آپ نے تمام کے تمام غرباء ومساکین میں تقسیم کردیے حدتو یہ کہ دوسرے دن ان کو بازار میں دیکھا گیا کہ وہ قرض لے کر اپنے گھوڑے کے لئے گھاس خرید رہے تھے۔

امام زہریؒ محمد ابن مسلمؒ،ابن عبداللہؒ،ابن شہابؒ جن کومدوین حدیث کہاجاتا ہے۔ان کے بارے میں مؤرخین نے نقل کیا ہے کے سال بھر آپ قریہ قریہ بستی بستی گھوم گھوم کر احادیث سنتے اور اسے یاد کرتے مگر جیسے ہلالِ رمضان طلوع ہوتا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پورے انہماک کے ساتھ قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوجاتے ،اوراس طرح پورا رمضان تلاوت کے نذر کردیتے۔سفیان ثوریؒ کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رمضان میں تمام امور کوخیر اباد کرکے صرف تلاوتِ قرآن کے ہوکررہ جاتے۔قتادہ ابن دعامہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ رمضان میں یومیہ ایک قرآن ختم کرنا ان کا معمول تھا۔اسود ابن یزیدؒ رمضان میں صرف مغرب اور عشاء کے درمیان کچھ دیر سوتے بقیہ دن رات پورا وقت تلاوت میں صرف کرتے۔سعید ابن جبیرؒ رمضان میں یومیہ نصف قرآن پڑھتے اور بقیہ اوقات لوگوں کو قرآن سمجھاتے۔

ولید ابن عبدالملکؒ رمضان میں ۱۷/سے زائد قرآن ختم کرتے تھے۔حالاں کہ وہ خلیفۃ المسلمین تھے۔

امام ابوحنیفہؒ رمضان میں ۶۵/قرآن ختم کرتے تھے۔امام شافعیؒ رمضان میں ۶۰/سے زائد قرآن ختم کرتے تھے۔امام بخاریؒ روزے کی حالت میں یومیہ ایک اور رات میں تراویح میں کل دس اس طرح رمضان میں ۴۰ چالیس قرآن ختم کرتے۔امام ابن عساکیرؒ کا معمول بہ رمضان میں روزانہ ایک قرآن ختم کرنا تھا۔حضرت اسود ابن یزیدؒ رمضان میں ۱۵/ سے زائد قرآن ختم کرتے تھے۔امام مالکؒ رمضان المبارک میں درس وتدریس وافتاءواستفاء سب کچھ چھوڑ کر قرآن کی تلاوت کے لیے کمربستہ ہوجاتے ،دن رات صرف قرآن کی تلاوت کرتے۔

وقیع ابن الجراحؒ رات میں پورے رمضان ایک ایک قرآن ختم کرتے اوردن بھر نوافل میں مشغول رہتے۔سائب ابن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے حکم سے ابی ابن کعب نے تروایح کا آغاز کیا۔رات بھر وہ تراویح پڑھاتے جب سحری کاوقت قریب ہوتا تو تروایح سے فراغت حاصل ہوتی۔حضرت عبداللہ ابن ابی بکرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم رمضان کی راتوں میں بکثرت نوافل پڑھا کرتے یہاں تک کہ ہمارے خدام ہمیں سحری کے لیے جلدی مچاتے کہ کہیں فجر نہ ہوجائے۔

عبدالرحمٰن ابن ہرمزؒ فرماتے ہیں کہ رمضان میں کم از کم الم سجد کوسورہٗ بقرہ کے بقدر تلاوت کرتے تھے،اگر اس سے کم پڑھتے تو لوگ براتصور کرتے۔حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ رات کو پانی لے کر مسجد نبوی میں تشریف لے آتے اور صبح تک نماز میں مشغول رہتے تھے۔عمران ابن جدیرؒ فرماتے ہیں کہ ابومجلزؒ ہر ہفتہ اپنے محلّہ کی مسجد میں قرآن ختم کرتے تھے۔نافع ابن عمرؒ فرماتے ہیں میں نے ابن ابی ملیکہ کویہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رمضان میں ایک رکعت میں نصف نصف پارہ پڑھتا تھا مگر لوگوں کوذرہ برابر گرانی نہ ہوتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ''اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ صَدَقَةُ رَمَضَانَ '' افضل صدقہ وہ ہے جورمضان میں صدقہ کیا جائے۔داؤدطائی مالک ابن دنباء اوراحمد ابن حنبل عبداللہ ابن مبارک وغیرہ رمضان میں بکثرت غریبوں کاافطار کراتے تھے۔

امام ابومحمد اللبانؒ فرماتے ہیں سن ۴۲۷ھ کا رمضان میں بغداد میں گذارا میں نے دیکھا لوگ نصف رات سے زائد حصہ تراویح میں گذارتے تھے۔حماد ابن سلیمانؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے، یومیہ سو مسلمانوں کوافطار کرواتے اور آخری رات انہیں ایک ایک جوڑ کپڑے اور سوسو درہم عطافرماتے۔علقمہ ابن قیسؒ فرماتے ہیں میں نے ایک رات عبداللہ ابن مسعودؓ کے یہاں گذاری تو میں نے دیکھا کہ رات بھر ترتیل کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔طلحہ ابن عبیدؒ کے بارے میں بیان کاجاتا ہے کہ بعض مرتبہ ایک ایک رات میں چارلاکھ دراہم صدقہ کردیتے تھے۔

یہ تھا ہمارے ''اسلاف'' کارمضان آج ہم ایک بار اپنے رمضان پرنظر ڈالیں کہ ہمارا یعنی ''اخلاف'' کا کیا حال ہے۔رمضان جیسے مبارک ماہ میں ایک طبقہ وہ ہے جوروزہ نہیں رکھتا ایک طبقہ وہ ہے جوقرآن کی تلاوت نہیں کرتا ،ایک طبقہ وہ ہے جونماز کا اہتمام نہیں کرتا ،ایک طبقہ وہ ہے جوتراویح نہیں پڑھتا، ایک طبقہ وہ ہے جو روزہ کے آداب واحکام کا خیال نہیں رکھتا،ایک طبقہ وہ ہے جوحقوق میں چاہے حقوق العباد ہو یا حقوق اللہ میں کوتاہی کرتا ہے، مشکل سے پوری امت کا دس بیس فیصد طبقہ ایسا ہوگا جو رمضان کی رعایت کرتا ہوگا، اب ایسے حالات میں ایڈز ،سوئین فلو،کینسر،شوگر،بلڈ پیشر،فلاج جیسی مہلک بیماریاں نہیں پھلیں گے تو اور کیا ہوگا۔قحط سالی ،مالی بحران ،اخلاقی انارکی سیلاب تیز وتند ہوائیں ،سخت گرمی ،سخت سردی ،بارش کی کمی ،اناج کی کمی ،جانوروں کی نسل کا فقدان ،وقت میں بے برکتی وغیرہ سے انسانیت دوچار نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا!!

یہ سب بڑے عذاب سے پہلے اس کے نمونے کے طور پر چھوٹے چھوٹے عذاب ہے خدا کے واسطے اپنی فکر کرو، جب تک ہم اپنے آپ کواور ہمارے پورے معاشرے کوبھلائی پرانہیں لائیں گے، یہ مصائب اور یہ بیماریاں ٹلنے والی نہیں کوئی ڈاکٹری اور سائنس اور ٹیکنالوجی اور کوئی قوت وطاقت اور پلاننگ انسانی معاشرے کواللہ کے عذاب سے نہیں بچاسکتی ،صرف اور صرف ایمان ،عمل صالح اور اللہ کے سامنے توبہ واستغفار ہی ہمارے تمام مصیبتوں کا صحیح حل ہے۔لہٰذا آج یہی یہ عہد کرلیجئے کہ ہم رمضان ہی نہیں پوری زندگی اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کے مطابق گذاریں گے۔رمضان اس کے لیے سنہرہ موقع ہے،اسے غنیمت جانے اور رمضان اس طرح گذارے جیسا کہ قرآن وحدیث کے روشنی میں ابھی بیان کیا جارہا ہے اور مذکورہ اسلاف کے واقعات کو اسوہ اور نمونہ بنالیجئے۔

ہم اسلاف کے نقش قدم پر رمضان کس طرح گذاریں ،اگر ہم ذیل میں دیجارہی چند باتوں کا پاس ولحاظ کرلے گے تو انشاء اللہ اسلاف کے طریقے پر رمضان گذار سکے گے۔

(بقیہ صفحہ 4پر......)

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں،اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پرواجب ہے۔ مدیر

فریضۂ صیام کی حکمتیں - 2

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

۴) ایک ہی وقت میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے روزہ رکھنے میں بڑی حکمت ہے، مسلمانوں کی بڑی جماعت کا فریضہ صیام کو اہتمام کے ساتھ ایک وقت میں ادا کرنا کمزور طبیعت والوں کیلئے بھی ہمت افزا، شوق انگیز اور فریضہ کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک عالمگیر روحانی ماحول اور ایک عمومی دینی فضا پیدا ہوجاتی ہے، جو قلوب وارواح کیلئے موسم بہار کی سی تاثیر رکھتی ہے، جس میں تھوڑی توجہ سے ہر چیز میں نشو ونما پیدا ہونے لگتا ہے۔ مسلمانوں کے اس روحانی فریضہ میں مشغول ہونے سے ملکوتی انوار وبرکات کا نزول ہوتا ہے اور عوام کے آئینہ دل پر انوار کا انعکاس ہوتا ہے، مسلمان عالم کے جس گوشے میں بھی ہو اس کو روزہ دارانہ فضا معلوم ہوتی ہے، جو اس سے خود ہی تقاضا کرتی ہے کہ وہ بھی زوردار ہو، مسلمان روزہ شکنی کرکے اپنے کو اس ماحول میں اجنبی اور ایک طرح کا مجرم سمجھتا ہے۔

۵) ان تمام حکمتوں کی بنا پر سال میں ایک پورا مہینہ روزہ کیلئے مخصوص کردیا گیا، دوسری خصوصیات کے علاوہ جن کا ہمیں علم نہیں رمضان کی تخصیص کی ایک کھلی وجہ یہ ہے کہ اس ماہِ مبارک میں نزولِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا اور روزہ اور قرآن میں خاص مناسبت ہے، قرآن چونکہ عالم غیب اور عالم روحانیت کی چیز ہے اور روزہ عالم مادی سے بہت حد تک آزادی، قلب وروح میں لطافت اور عالم غیب اور عالم روح سے ایک طرح کی مناسبت پیدا کردیتا ہے، روزہ دار خدا کی صفات کا ایک پرتو اور اس کی شان صمدیت کا ایک اثر پیدا ہوجاتا ہے، اسلئے قرآن کے دل میں بسنے اور روح میں پیوست ہونے کا خاص موقع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کے حصے کو مختلف طریقوں سے روزہ میں زیادہ سے زیادہ داخل کیا گیا، اور یہی تراویح کی حکمت ہے۔

۶) روزہ زندگی میں ایک ایسا محسوس فرق اور امتیاز پیدا کردیتا ہے کہ بے حس سے بے حس انسان کو بھی اپنے سابقہ طرز زندگی، غفلت شعاری، اور دنیاوی انہماک میں تخفیف کا طبعی تقاضا پیدا ہوجاتا ہے، رمضان ایک مہمیز کا کام دیتا ہے، جو سوئی ہوئی طبیعتوں کو جگانے، بجھے ہوئے دلوں کو گرمانے، آتش محبت کو بھڑکانے اور دبی چنگاریوں کو اُبھارنے کا سامان پیدا کردیتا ہے، انسان کی فطرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تنوع اور اختلاف کو انسان کے بیدار اور ہوشیار کرنے اور اس کی کند طبیعت کو تیز کردینے میں بڑا دخل ہے، رات دن کے اختلاف کو انسان کی جسمانی روحانی تازگی میں خاص دخل ہے، قرآن کہتا ہے ''وہی ہے جس نے بنایا رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین واسطے اس کے جو سوچے اور شکر گذاری کا ارادہ کرے''۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور اختلاف لیل ونہار میں نشانیاں ہیں ان اہل عقل ودانش کیلئے جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے۔''

جس طرح سے کہ مادی طور پر رات دن کا اختلاف اور ہرنئی صبح کا طلوع انسان میں ایک شعور، ایک نئی آمادگی اور خالق کی طرف توجہ پیدا کردیتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر رمضان کی سالانہ آمد مسلمانوں کی بستیوں اور آبادیوں میں روحانیت کا احساس، دینی بیداری، اپنی کوتاہیوں پر ندامت، مجرموں میں اپنے جرائم پر ندامت اور خدا کی طرف ایک توجہ اور انابت پیدا کردیتی ہے، اور اگر مادیت نے قلب کو بالکل بے حس نہیں بنادیا ہے تو صدہا آدمیوں کو توبہ اور اصلاح کی توفیق ہوجاتی ہے، رمضان سالانہ احتساب اور اپنی سابق زندگی کا جائزہ لینے کا ایک بہترین موقع ہے، ہر شخص آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ اس نے گذشتہ رمضان سے اس رمضان تک کیسی زندگی گذاری ہے اور اس نے دینی حیثیت سے کہاں تک ترقی کی ہے۔

۷) رمضان ہر سال ہر شخص کو اپنی سطح سے ترقی دینے کیلئے آتا ہے جو شخص جس سطح تک پہنچ گیا ہے خواہ وہ سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو اس سے بلند کرنے کی طاقت اس میں موجود ہے، ہر شخص عمل، روحانیت، ذکر وعبادت، تعلق باللہ، اخلاص، جفاکشی ومجاہدہ، زہد وقناعت، ایثار، غمخواری ومواساۃ کی جس منزل ومقام پر بھی ہے ہر نیا رمضان اس کو اس سے آگے بڑھانے کیلئے اور زیادہ بلند منزل کا شوق دلانے کیلئے آتا ہے، رمضان کی ساخت، رمضان کا نظام، رمضان کے اَجزاء، رمضان کے مشاغل اور رمضان کا ماحول ایسا بنایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے کو خود ترقی دینے کا موقع حاصل ہوتا ہے، مادی موانع تقریباً دور ہوجاتے ہیں، ذکر وعبادت میں جذبہ مسابقت پیدا ہوتا ہے، اچھے دینداروں اور روزہ داروں کا ساتھ ہوتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور مطالعہ کا زیادہ سے زیادہ موقع ملتا ہے، قلب وروح میں لطافت پیدا ہوتی ہے، غرض وہ سارے مواقع بہم پہنچ جاتے ہیں جو انسان کی روحانی ترقی اور اصلاح کیلئے ضروری اور مفید ہیں اور ہر شخص کو اپنی سطح کے مطابق ترقی ہوتی ہے۔

۸) رمضان کے روزے کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اطاعت الٰہی کا ایک کھلا ہوا مظہر ہے، اس سے بڑھ کر اطاعت کا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ نعمتوں کی موجودگی میں اور ہر چیز کے استعمال کی قدرت کے باوجود محض امتثال حکم کیلئے آدمی اپنے ہونٹوں پر قفل لگالیتا ہے، یہ قفل اللہ کے حکم ہی سے کھلتا ہے، اور اللہ کے حکم ہی سے لگتا ہے، جب نہ کھانے کا حکم ہو اس وقت کھانا گناہ اور جب کھانے کا حکم ہوجائے تو اس وقت تعمیل ارشاد میں دیر کرنا غلطی ہے، اسی لئے آفتاب کے غروب ہوجانے کے بعد افطار کرنے میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

۹) روزہ میں جب وہ چیزیں بھی ممنوع ہوجاتی ہیں جو روزہ کے علاوہ ہمیشہ سے حلال وطیب ہیں اور روزہ کے بعد ہمیشہ حلال وطیب رہیں گی تو وہ چیزیں کیسے ممنوع نہ ہوں گی جو روزہ سے پہلے بھی حرام اور ممنوع تھیں اور روزہ کے بعد بھی حرام اور ممنوع ہوں گی یعنی غیبت لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، بے حیائی، جھوٹ، روزے کی روح یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب اور نفرت پیدا ہو، اور روزے کے درمیان میں ان سے مکمل اجتناب ہو، اگر صرف نہ کھانے پینے سے روزہ رہا اور تقویٰ پیدا نہ ہوا تو ایک بے روح روزہ ہے، جو صرف ڈھانچہ ہے، اس میں روح نہیں، اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے: ''جو شخص روزہ کی حالت میں بھی) جھوٹ بولنا اور غلط کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ شخص کھانا پینا چھوڑ دے)''

(بشکریہ الفرقان)

SIR COMPUTERS
& WORLD
COMMUNICATION

Deals with:
HP/Compaq, Epson, Fujifilm,
Intex, Beetel, ProDot, Digisol,
Odyssey, Aoc, Canon
....
Dangerpora Near Masjid Shareef
Islamabad Kashmir
Contact No's: 9419412525,
E-mail: sircomputers@ymail.com

تاریخی کالم

حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ

نبی کریم ﷺ کا نسب شریف: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خمیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن زار بن معد بن عدنان۔

عدنان سے اوپر حضرت اسماعیل علیہ السّلام تک نسب مختلف فیہ ہے لیکن سب مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زوجہ مطہرہ حضرت اُم سلمہ ہند بنت ابی اُمیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا: ''معد بن عدنان بن اُدد بن زند بن یَرَی بن اَعراق الثّری''حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''زند'' سے مراد ہمیسع ہے۔ ''یَرَی'' دراصل ''نبت'' یا ''نابت'' ہیں اور ''اعراق الثریٰ'' سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السّلام ہیں۔ (الطبری:۲/۲۸)

السّیرۃ النبویۃ میں یوں مرقوم ہے: ''عدنان بن اُدد بن مُقوّم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم الخلیل علیہ السّلام۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں ایسے ہی لکھا ہے۔ (السیرۃ النبویۃ، لابن کثیر:۱/۷۶)

آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب یوں ہے: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوی.........الخ۔ گویا نبی اَکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم حسب ونسب کے لحاظ سے اپنے والد اور والدہ دونوں طرف سے اشرف اور افضل ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ عزّ وجل نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنو کنانہ سے قریش کو، قریش سے ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔'' (صحیح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم، حدیث:۲۲۷۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ اَعلَمُ حَیثُ یَجعَلُ رِسَالَتَہٗ'' اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ رسالت کیلئے کس کو منتخب فرمائے۔''

لہٰذا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سب اولاد کے سردار، دُنیا وآخرت میں اُن کیلئے سرمایہ افتخار، ابوالقاسم، ابوابراہیم، حضرت محمد واحمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ آپ ماحی ہیں، جن کے ہاتھوں کفر کا خاتمہ ہوتا ہے، آپ عاقب ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں، حاشر ہیں کہ ساری دُنیا آپ کے قدموں پر اکٹھی کی جائے گی (یعنی آپ کے نشانات پر یا آپ کے دور اور زمانے میں) مقفّی ہیں، نبی الرحمۃ، نبی التوبہ، اور نبی الملحمہ ہیں، خاتم النبیین ہیں، فاتح ہیں، شاہد ہیں، بشیر ونذیر ہیں، سراج منیر ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیلئے رؤف ورحیم بنایا۔ آپ نعمت عظمیٰ ہیں، بنی نوع انسان کیلئے ناصح اور ہادی ہیں۔ غرض کہاں تک ذکر کیا جائے۔ ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

رسول اللہ ﷺ کے چچے اور پھوپھیاں: سردار عبد المطلب کے دس بیٹے تھے: (۱) عبد اللہ (۲) ابوطالب، ان کا نام عبد مناف تھا۔ (۳) زبیر، ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت عمر ومخزومیہ تھی۔ ۴) عباس، جو کہ خلفائے عباسیہ کے جد امجد ہیں۔ ۵) ضرار، ان دونوں کی والدہ نتیلہ عمریہ تھی۔ (۶) حمزہ، (۷) مُقوم، ان دونوں کی والدہ ہالہ بنت وہیب تھی۔ (۸) ابولہب عبد العزیٰ، اس کی والدہ بنوخزاعہ سے تھیں۔ (۹) حارث، ان کی والدہ صفیہ تھیں جن کا تعلق بنو عامر بن صَعصَعہ سے تھا۔ (۱۰) غیداق، ان کا نام حجل تھا اور ماں کا نام مُمنَعہ تھا اور عبد المطلب کی چھ بیٹیاں تھیں۔ (جاری)

www.khanqah.in

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

19/جولائی 2013ء جمعۃ المبارک

جھوٹ ایک بدترین خصلت ہے

اسلام نے جن بُرے اخلاق کی مذمت کی ہے، اور جن سے اہل ایمان کو دُور رہنے کی تاکید ہے، اُن میں ایک ''جھوٹ'' ہے، جھوٹ خلاف واقعہ بات کو کہتے ہیں، یعنی آدمی اپنے عمل یا زبان سے وہ ظاہر کرے جو کہ حقیقت کے خلاف ہو، جھوٹ جس طرح زبان سے ہوتا ہے اسی طرح اپنے عمل وکردار سے بھی، اور یہ جھوٹ بدترین خصلت ہے چاہے زبان سے ہو یا اپنے عمل سے، یہ ایک طرح سے بہت بڑا فریب ودھوکہ ہے جو جھوٹا شخص دوسروں کو دینا چاہتا ہے، کیونکہ انسان کے دِل میں جو کچھ بھی ہے، اس کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے، وہ عالم الغیب والشہادہ ہر غائب وموجود کو جاننے والا ہے، کوئی دوسرا شخص اگر کچھ جاننا چاہے تو اس کی یہی ایک صورت ہے کہ صاحب واقعہ خود اپنی زبان یا عمل سے اصل حقیقت ظاہر کرے، اب اگر کوئی خلاف واقعہ صورت حال پیش کرے تو وہ درحقیقت اپنے کسی مفاد کی خاطر دوسروں کو دھوکا دینا چاہتا ہے، پھر کیوں نہ یہ عادت بدترین خصلت اور برائی شمار ہو اسلام نے اس خصلت کو اتنی مذمت کی کہ شاید کفر وشرک کے بعد کسی اور خصلت اور برائی کی مذمت نہ کی گئی ہو، اس بدترین عادت کو نفاق کی نشانی قرار دیا گیا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اسکے خلاف کرے اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے'' (رواہُ البخاری)

ایک روایت میں یہ بھی کہ اگر وہ شخص نماز پڑھے روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے تب بھی اُن بری عادتوں کی وجہ سے وہ بہرحال منافق ہے، ان تین عادات کو اگر سمیٹا جائے تو وہ ''جھوٹ'' ہی کی ایک قسم اور جھوٹ کا دوسرا عنوان ہے، کیونکہ جھوٹ کے بارے میں ہم نے کہا کہ جھوٹ کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے عمل وکردار یا اپنی زبان سے خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ چیز ظاہر کی جائے، اس طرح وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت بھی عملی جھوٹ ہی ہیں، اس حدیث کی رو سے جھوٹا شخص منافق ہے، ایک اور حدیث میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت اس طرح بیان کی گئی کہ ''مومن'' کی طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے سوائے جھوٹ اور خیانت کے۔ گویا ایمان اور جھوٹ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے، جو شخص جھوٹا ہوگا ضرور اس کے ایمان میں کھوٹ ہوگا، اور وہ ایمان کی حلاوت ولذت اور اسکی حقیقت سے نا آشنا ہوگا، جب جھوٹ کی بنیاد اور اس کا سرچشمہ نفاق ہے جو کہ کفر کا ایک شعبہ ہے، تو ظاہر ہے جھوٹ کا انجام بھی جہنم کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد پر غور کیجئے، ''جھوٹ'' سے بچو کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو فسق وفجور کے راستہ پر ڈال دیتی ہے اور فسق وفجور آدمی کو جہنم تک پہنچا دیتی ہے، آدمی جب جھوٹ بولنے کا عادی بن جاتا ہے، اور برابر جھوٹ بولنے لگتا ہے تو انجام کار وہ اللہ کے ہاں ''کذابین'' میں لکھ لیا جاتا ہے۔ لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دوری ومحرومی کے مستحق قرآن وحدیث میں شیطان مردود اور کافر ومنافق کو قرار دیا گیا، اس میں اس لعنت کا مستحق جھوٹ بولنے والے کو بھی بنایا گیا، جھوٹ کے علاوہ ایمان والوں کی کسی اور خصلت پر ''لعنت'' جیسی شدید وعید نہیں آئی، ایک حدیث میں فرمایا گیا: ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے فرشتے اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے''۔

جواهر القرآن

اللہ کی راہ میں موت دُنیا جہاں کے خزانوں سے بڑھ کر ہے

مشورے کے بعد جو فیصلہ کرلیا جائے اس پر توکّلاً علیٰ اللہ مضبوط رہنا چاہیے!

گذشتہ سے پیوستہ// پس بظاہر یہ وجہ ہے کہ یہاں سے روئے سخن اَب اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف ہوتا ہے، اور آپ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کرکے اللہ نے آپ کے قلب میں اہل ایمان کیلئے بڑی نرمی اور برداشت اپنی رحمت خاص سے رکھ دی ہے، سفارش فرمائی ہے کہ اُنہیں ان کی غلطی کیلئے معاف کردیں اور ان کے حق میں استغفار کریں، نیز قابل مشورہ معاملات میں جیسے اَب تک ان سے مشورہ کرتے آئے تھے اس روش کو ویسے ہی قائم رکھیں، اور اسی بیچ میں آپ کی نرم خوئی کی افادیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ ''وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ'' (تم اگر دُرشت خو اور سخت دل خدانخواستہ ہوتے تو یہ جواب تک کے تمام سرد وگرم میں تمہارے گرد جمع ہیں) یہ جمع نہ رہے ہوتے، یہ تمہاری نرم خوئی اور عفو پسندی ہے، جس نے ان کو تم سے باندھ رکھا ہے، مسلمانوں کے ساتھ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نرم اور شفیقانہ رویے کے حوالہ اللہ نے ایک جگہ ان غیر معمولی الفاظ میں دیا ہے: ''بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ'' (ایمان والوں کے حق میں بڑے ہی شفیق اور مہربان)

(التوبہ:۱۲۸)

اسلامی جمعیّت میں مشورے کی جو اصولی اہمیت قرآنی آیت ''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ'' (الشوریٰ:۴۲/۳۸) کے ذریعہ بتائی گئی ہے آل عمران کی یہ آیت، جس میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس کا حکم دیا جارہا ہے، اُس اہمیت کو جس درجے پر دکھاتی ہے اس کی شرح کرنے کی ضرورت نہیں!

اُحد کے بارے میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیصلہ کی توثیق

مشورہ کا معمول جاری رکھنے کا حکم دیتے ہوئے مزید فرمایا گیا ہے: ''فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ'' (مشورہ کے بعد جو بھی فیصلہ آپ کرلیں اس کے نتیجے کے بارے میں اللہ پر بھروسہ کریں، کسی تذبذب کو دل میں راہ نہ دیں) اُحد کے معاملے میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مشورہ کیا تھا، جس کا حوالہ شروع میں آچکا ہے، پھر جس رائے پر عمل کا فیصلہ آپ نے کرلیا بعد میں اسی رائے والوں کے تذبذب کے باوجود فیصلہ بدلنا آپ نے قبول نہیں فرمایا اور نتیجہ اللہ کے اوپر چھوڑ دیا، آیت کے اس حکم میں آپ کے طرز عمل پر مہر توثیق ثبت ہورہی ہے کہ ایک دفعہ فیصلہ کرلیا تو پھر وہی طرزِ عمل ہونا چاہیے۔ (جاری)

اَدعِیۃ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

بچے کی نماز جنازہ کے دوران دُعائیں

۱۔ ''اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ''

(حضرت سعید بن مسیّبؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے پیچھے ایک ایسے بچے کی نماز جنازہ ادا کی جو بالکل معصوم تھا، میں نے انہیں ان الفاظ میں دعا کرتے ہوئے سنا۔

(موطا امام مالک ۱/۲۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ:۳/۲۱۷، البیہقی:۹/۴)

۲۔ ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا وَّذُخْرًا لِّوَالِدَيْهِ، وَشَفِيْعًا وَّمُجَابًا، اَللّٰهُمَّ ثَقِّلْ بِهٖ مَوَازِيْنَهُمَا وَاَعْظِمْ بِهٖ اُجُوْرَهُمَا وَاَلْحِقْهُ بِصَالِحِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاجْعَلْهُ فِيْ كَفَالَةِ اِبْرَاهِيْمَ وَقِهٖ بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ الْجَحِيْمِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَسْلَافِنَا وَاَفْرَاطِنَا وَمَنْ سَبَقَنَا بِالْاِيْمَانِ''

(المغنی لابن قدامہ:۲/۴۱۶)

الٰہی! بنادے اسے میرِ منزل اور ذخیرہ اپنے والدین کیلئے، اور (ان کیلئے) ایسا سفارشی جس کی سفارش قبول ہو، اے اللہ! بھاری کردے اس کی وجہ سے ان دونوں کی ترازوئیں اور زیادہ کردے اس کی وجہ سے ان کے اجر، اور اسے ملادے صالح مومنوں کے ساتھ اور کردے اسے ابراہیم (علیہ السلام) کی کفالت میں اور بچا اسے اپنی رحمت سے دوزخ کے عذاب سے اور بدلے میں دے اس کو گھر زیادہ بہتر اس کے گھر سے اور گھر والے زیادہ بہتر اس کے گھر والوں سے، اے اللہ! بخش دے ہمارے پیش رووں اور میر منزلوں کو اور (ان کو) جو ہم سے پہلے گزر گئے ایمان کے ساتھ۔

۳۔ ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا وَّسَلَفًا وَّاَجْرًا''

(شرح السنۃ البغوی:۵/۲۵۷، مصنف عبدالرزاق ۶۵۸۸)

اے اللہ! بنادے اس کو ہمارے لئے میر منزل اور پیش رو اور (باعث) اجر۔

www.khanqah.in

بقیہ: صفحہ اوّل سے آگے

قبل اس کے ہم رمضان کے ضروری امور کو معلوم کریں ایک بات کا پختہ عہد کریں کہ ہم رمضان کے ایک ایک لمحے کو قیمتی بنائیں گے، وقت گذاری مثلاً کھیل کود اور دیگر تمام تفریحی امور جس میں دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ نہیں مکمل بچتے رہیں گے، نہ گانے سنیں گے نہ ٹی وی دیکھیں گے نہ کوئی اور فضولیات میں وقت گذاریں گے۔

روزوں کو مکمل اہتمام رکھیں، زبردستی بہانا بنا کر روزہ ترک نہ کریں کیوں کہ انسان ایک روزہ اگر ترک کردیتا ہے تو ساری زندگی کے روزے بھی اس کے برابر ثواب تک نہیں پہنچا سکتے۔

نیت کا اهتمام: نصف النہار سے پہلے نیت کرلے ورنہ بغیر نیت کے روزہ بے سود ہو جائے گا۔ روزے کے احکامات کو معلوم کرلیں چاہے کتاب سے یا کسی عالم سے تاکہ شریعت کے مطابق روزہ ہوسکے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے آج ہمارے معاشرے کی اکثریت اسلامی احکامات سے بالکل غافل اور ناواقف ہیں۔

ارکان صوم: ۱ر نیت۔ ۲ر کھانے پینے اور مباشرت اور کسی بھی مفطر (روزہ توڑنے والی) چیز سے باز رہنا۔

مفسداتِ صوم: روزے کی حالت میں عمداً کھانا پینا یا جان بوجھ کر منہ بھر کرنے کرنا، حیض یا نفاس کا جاری ہونا، مباشرت کر بیٹھنا، سگریٹ بیڑی وغیرہ سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

مکروهات صوم: ۱ر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔ ۲ر تھوک کو منہ میں جمع کر کے نگل جانا۔ ۳ر بدنظری کرنا یعنی عورتوں کو دیکھنا چاہے بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ مثلاً موبائل، تھیٹر، آئے پوٹ، کمپیوٹر، ٹیلی ویژن، ویڈیو وغیرہ میں۔ ۴ر کسی کو تکلیف پہچانا۔

آدابِ واجبه: جھوٹ بولنے سے پرہیز کریں۔ ۲ر غیبت نہ کریں۔ ۳ر جھوٹی گواہی نہ دیں۔ ۴ر دھوکہ دہی نہ کریں۔

آداب مستحبه: سحری آخری وقت میں اور افطاری اول وقت میں یعنی سورج کے ڈوبتے ہی کریں۔ ۲ر زبان کو فضول اور لایعنی باتوں سے محفوظ رکھیں۔ ۳ر روزہ داروں کو افطار کروائیں۔ ۴ر صدقہ و خیرات خوب کریں۔ ۵ر کثرت سے قرآن کی تلاوت کریں۔ ۶ر تہجد، چاشت، اشراق، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، صلوۃ التسبیح، صلوۃ الحاجت وغیرہ کا خوب اہتمام کریں۔

رمضان میں فرائض خاص طور پر نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کریں ایک نماز بھی رمضان میں قضا نہ ہونے پائے، تراویح کا خوب اہتمام کریں، مکمل بیس رکعت امام کے ساتھ ادا کریں، اور اس کے بارے میں ۸ر رکعات ۱۲ر رکعات پر اختلاف نہ کریں، کیا اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے ۲۴ر سجدے زیادہ کریں گے تو گناہ ہو جائے گا؟

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ادائیگی ثابت ہے۔ اور امت صدیوں سے اس پر اجماع کرتی چلی آئی ہے اور اگر بالفرض سنت نہ بھی تصور کریں تو نفل سمجھ کر ہی پڑھیں، مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھیں عبادت کا مہینہ ہے۔ ۲۰ر رکعت پڑھوں گے تو تمہارا کیا بگڑ جائے گا؟ اپنی زبان ذکر اللہ سے ہمیشہ تر رکھیں، گالی گلوچ سے اجتناب کریں، رو رو کر اور گڑ گڑا کر اللہ سے اپنی مغفرت کی اور اپنی اور امت کی اصلاح کی خوب دعائیں کریں آخری عشرے میں اعتکاف کریں اور لیلۃ القدر کی تلاش میں لگ جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ رمضان میں نماز کا اہتمام کرے، قرآن کی تلاوت، روزے دار کو افطار، صدقہ خیرات، روزے کے احکام و آداب کی رعایت کریں، کثرت سے دعا، ماتحتوں کے ساتھ نرمی، یتیموں اور غریبوں کی خیر خواہی تہجد، چاشت اشراق وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ رمضان گذاریں، کھیل کود، وقت گذاری، حرام بینی، اور حرام امور سے اجتناب کے ساتھ گذاریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

موت کی یاد اور آخرت کی فکر 1

ابوحمزہ وستانوی

اللہ رب العزت نے جب یہ رنگ برنگی دلکش اور ضروریات کے حل سے لبریز کائنات کو وجود بخشا، اور اس میں تمام اشیاء حاجیہ و ضروریہ کو پیدا کردیا تب حضرت انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا، اور اپنے اس ارادے کا اظہار اپنی مقرب ترین مخلوق حضرات ملائکہ کے سامنے کیا جس کی تفصیل قرآن کے پہلے پارے کے چوتھے رکوع کی ابتدائی آیات میں موجود ہے، تو ملائکہ نے برجستہ کہا کہ زمین میں ایسی مخلوق پیدا فرمائیں گے جو فساد مچائے گی!! اور قتل و غارت گیری کا بازار گرم کرے گی!!! اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ نے کس بنیاد پر یہ بات کہی تھی کیا وہ علم غیب جانتے تھے؟ یا کسی نے ان کو مطلع کیا تھا؟ یا انہوں نے کہیں پڑھ لیا تھا؟ یا کسی ماضی کی مخلوق پر قیاس کیا تھا؟

ہمارے مفسرین نے اس معمہ کو حل کرنے کی حتی المقدور سعی کی ہے ہصاحب تفسیر مظہری تحریر فرماتے ہیں بعض روایات سے ثابت ہے کہ خود اللہ نے فرشتوں کو یہ علم دیا تھا کہ اولا د آدم ایسے ایسے کارنامے انجام دے گی، بعض روایات سے ثابت ہے کہ انسان سے پہلے جنات آباد تھے انہوں نے فساد مچایا تو فرشتوں نے ان پر اس نئی مخلوق کو قیاس کیا۔

بہر حال حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کچھ مدت تک تو بنو آدم سکون و اطمنان سے زندگی بسر کرتے رہے مگر پھر حالات آہستہ آہستہ بدلنے لگے، پہلے باطنی کیفیت اثر انداز ہونے لگی، اور پھر آہستہ آہستہ ظاہری حالات پھر ابتر ہونے لگے، اور اس وقت تو ظاہر و باطن دونوں ہی انتہائی ہولناک حالات کے شکار ہو چکے ہیں، ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں یہ صورت حال ہے، اور اس سے نجات کا کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ تو آیئے ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں دونوں کا حل تلاش کرتے ہیں۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ دنیا میں ہر چیز دو امور سے متّصف ہوتی ہے: ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔ جیسے انسان ہی کو لے لو، ایک اس کا ظاہر یعنی بدن اور جسم اور دوسرا اس کا باطن یعنی روح اور نفس اور دونوں ایک دوسرے سے باہم مربوط ہوتے ہیں۔ ایک پر کسی چیز کا اثر انداز ہونا لازمی طور پر دوسرے پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوگا، دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہے، بدن بغیر روح کے بیکار ہے، اور روح بغیر بدن کے بیکار۔

مگر یہ بات پیش نظر رہے کہ انسان میں اور دوسری مخلوقات میں فرق یہ ہے، کہ دوسری مخلوق کو تو صرف ظاہر کی فکر کرنا ہے، مثلاً گائے بھینس، بکری وغیرہ کہ صرف کھانے پینے اور رہنے سہنے تک ان کو فکر مند رہنا پڑتا ہے، مگر انسان ظاہر کی فکر کے ساتھ ساتھ باطن کی فکر کا بھی مکلّف ہے، بلکہ ظاہر سے زیادہ باطن کی فکر اس کے لئے ضروری ہے، مگر اب حالات بدل چکے ہیں، لوگوں نے باطن کو چھوڑ کر صرف ظاہر کی فکر اور اسی پر اپنی محنت کو مرکوز کر دیا ہے، حالاں کہ وہ اس طرح اپنے مقصد تخلیق اور مقصدِ حیات سے کوسوں دور ہو چکے ہیں، اور منزلِ حقیقی کو بھی فراموش کر چکے ہیں، اور اس کی اصل وجہ دین سے دوری ہے، جس کے نتیجہ میں موت اور مابعد الموت کی ابدی زندگی یعنی آخرت فراموشی کی بدترین ذہنیت اس لیے کہ آخرت پر ایمان اور مرنے کے بعد دنیوی زندگی کا حساب و کتاب؛ یہ اسلام کا انقلابی عقیدہ ہے۔ اسی عقیدے نے صحابہ کی زندگی میں انقلاب برپا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی ابتدائی دور میں آخرت، قیامت وغیرہ سے متعلق ہی زیادہ تر آیات کو نازل کیا جیسا کہ ۲۹ اور ۳۰ویں پارے میں موجود سورتوں سے واضح ہے۔ اسی طرح قرآن میں بہ کثرت جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ، جہنم اور اس کے مختلف عذاب کے تذکرے، میدان حشر اور اس کے دل سوز مناظر، احادیث مبارکہ میں موت کے وقت قبض روح کی تفصیلات، قبر کا عذاب، قبر کا تذکرہ، یہاں تک کہ قرآن کریم کے عناصر خمسہ اور مضامین خمسہ میں عالم آخرت کو بھی علماء نے شامل کیا، جس کے اردگرد پورا قرآن گھومتا ہے۔

موت کی یاد اور آخرت کی فکر انسان کو برائی سے بچانے اور اعمال صالحہ پر ابھارنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

موت حیوان کے لیے لازمی ہے۔ حیات ہے تو موت سے کوئی رستگاری نہیں۔ موت ایسی شئ ہے کہ دنیا کے ہر فرد بشر نے اس کی حقیقت کا اقرار کیا۔ آج تک منکر موت پیدا نہیں ہوا اور نہ کبھی پیدا ہوگا؟ کیوں کہ یہ ہر ایک کے علم میں ہے۔ موت کی حقیقت کو مانو یا نہ مانو، موت تو اپنا پنجہ گاڑ کر رہے گی ”کل نفس ذائق الموت“ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ”قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم“ (سورۃ الجمعۃ:۸) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہو تو وہ تم کو دبوچ کر رہے گی۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے انسان تو وہ ہوتے ہیں جو موت کو بالکل یاد نہیں کرتے، اور بعض لوگ کبھی کبھار یاد کرتے ہیں، اور اگر یاد بھی کرتے ہیں تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کے پیچھے دیوانے ہو جاتے ہیں اور دنیا ہی کو سب کچھ تصور کر لیتے ہیں۔ اور بعض وہ ہوتے ہیں جو موت کو یاد کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں خوفِ خداوندی اور خشیتِ الٰہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، یہ لوگ یا تو گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں یا اگر گناہ ہو جائے تو رو کر اور گڑ گڑا کر اللہ سے دعائیں کرتے ہیں، اور توبہ کرتے ہیں کیوں کہ موت کی یاد سے توبہ کی توفیق ہوتی ہے، اور خشیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ثابت بنانی فرماتے ہیں: اس شخص کے لئے نیک بختی ہے جو موت کو یاد کرے اس لیے کہ جب بندہ موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو اس کا اثر اس کے اعمال میں نمودار ہوتا ہے کیوں کہ وہ بدی سے بھاگتا ہے اور نیکی کی طرف لپکتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء:۲/۳۲۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو یاد کرو۔ ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: اگر چوپایوں اور گونگے جانوروں کو موت کی حقیقت کا علم ہو جائے تو تمہیں ایک جانور بھی فربہ کھانے کو نہ ملے۔ (قرطبی) ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں ہوسکتا۔ (مجمع الزوائد) مزید ایک روایت میں ارشاد ہے کہ میں تمہارے درمیان دو واعظ چھوڑ کر جا رہا ہوں: ایک خاموش اور دوسرا ناطق یعنی موت اور قرآن۔ (احیاء العلوم)

آج ہم نے دونوں کو چھوڑ دیا اسی لیے دنیا میں منہمک ہو گئے۔

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موت کے وقت سختی ایک ساتھ تلوار کے تین سو ضرب کے برابر رہے۔ (مسند احمد) موت کے وقت کی کڑواہٹ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے مطالبہ پر یافث ابن نوح کی قبر پر جا کر کہہ ”اے یافث! اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ تو وہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ موت کے وقت کی کڑواہٹ آج بھی میرے گلے میں محسوس ہو رہی اور پیاس بھی، سات سمندر کا پانی پلا دیا جائے تب بھی پیاس نہ بجھے۔ (موت کا جھٹکا)

حدیث پاک میں حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”تموتون کما تحیون“ اور ”تحشرون کما تموتون“ ”تم جس طرح زندگی بسر کروگے، اس طرح موت آئے گی اور جس حالت میں موت آئے گی اسی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔ یعنی زندگی میں جس میں زیادہ وقت کھپایا ہوگا اور زیادہ دلچسپی لی ہوگی؛ اسی حالت میں موت آئے گی اور قیامت کے دن بھی اسی حالت میں حشر ہوگا، لہٰذا اپنی زندگی کی اصلاح کی فکر کی ضرورت ہے۔ اگر گانے سننے میں دلچسپی، گالی دینے میں دلچسپی ہے، فتنہ فساد میں دلچسپی ہے شراب پینے کی لت ہے، کھیل کود سے شغف ہے تو اسی حالت میں موت آئے گی اور اگر نماز سے دلچسپی ہے یا قرآن کی تلاوت کا شوق ہے یا وعظ و نصیحت میں دلچسپی ہے تو اس حالت میں موت آئے گی۔ (جاری)

اللہ رب العزت نے جب

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: اگر کوئی شخص رمضان شریف کے کسی شب میں خوف، حیا یا سحری کا وقت ختم ہونے کے اندیشہ میں غسل جنابت کے بدلے تیمّم کرے کیا وہ سحری کھا سکتا ہے یا نہیں؟

عبدالحمید بٹ۔کولگام

جواب: وبالله التوفيق: رمضان المبارک میں اگر کسی نے جنابت کی حالت میں سحری کھائی تو ہرگز کوئی حرج نہیں، اگر کوئی جنبی شخص ایسے وقت بیدار ہوا کہ وہ صرف سحری کھا سکتا ہے، اور اگر وہ غسل کرنے لگ جائے تو سحری کھانے کا وقت ختم ہوجائے گا، اس شخص کیلئے راستے ہیں ایک یہ کہ ارادہ کرکے یہ بغیر سحری کھائے روزہ رکھے گا اور سحری کی سنت ادا کرنے کیلئے تھوڑا سا پانی وغیرہ پی لے، اور پھر غسل کرلے، اب اگر پوری سحری کھانے کا وقت مل جائے تو بہتر ہے، اگر اتنا وقت نہ ملے تو چونکہ وہ ادائیگی سنت کیلئے تھوڑا سا پانی پی چکا ہے، اور اب وہ باغسل بھی ہے تو نماز فجر کی ادائیگی بھی ہوجائے گی اور روزہ بھی ادا ہوجائے گا۔ اگر سحری میں کھانا کھائے بغیر روزہ پورا مشکل محسوس ہو تو پھر سحری ضرور کھائے مگر ہلکی کہ جس کے بغیر غسل بھی کرسکے۔ مثلاً روٹی چائے پر اکتفا کرے اور پھر نماز فجر کیلئے غسل کرے۔ اس لئے اگر سحری کھا کر غسل نہ کرے گا تو نماز فجر ادا ہی نہیں کرسکے گا، اور ایک فرض نماز کا ترک اور وہ بھی رمضان میں گناہِ کبیرہ ہے ہی، ساتھ ہی بہت ہی بڑی نحوست اور روزہ کے اثرات کو ختم کرنے کا سبب بنے گا۔ تیمّم سے نماز فجر ادا کرنا حیا اور خوف کی صورت میں ہرگز درست نہیں۔ یعنی کوئی شخص بربنائے حیاء یا بنائے خوف تیمّم کرے اور غسل چھوڑ دے اور پھر نماز ادا کرے، شرعاً اس کی اجازت نہیں، تیمّم کی اجازت صرف امور میں ہے، مرض اور سفر! حیا اور خوف اس میں شامل نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: موجودہ حالات مدنظر رکھ کر نمازِ فجر میں لوگ بہت کم آتے ہیں اور عذر پیش کرتے ہیں، کہ نمازِ فجر آج کل 4:10 پر ہوتی ہے، جب کہ ہماری جماعت ختم ہوچکی ہوتی ہے تو کچھ لوگ آنے شروع ہوتے ہیں، یہاں تک کہ پونے پانچ قریباً دو تین صفے جمع ہوتے ہیں لیکن یہ سب لوگ تنہا تنہا نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے کیا نمازِ فجر اخیری وقت میں ادا کرسکتے ہیں؟

جواب: صبح کی نماز غلس (اندھیرے) اور اسفار (اجالے) میں پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، اسلام کے ابتدائی دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان میں عبادت کا ذوق وشوق بے پناہ تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معیت میں اکثر مسجد میں شب باشی کرتے، عبادت سیکھتے، نوافل اور تہجد میں مشغول رہتے، ان حضرات کیلئے غلس میں نماز پڑھنا آسان تھا (جیسا کہ ہمارے لئے رمضان المبارک میں نماز فجر جلد ادا کرلینے میں سہولت ہوتی ہے) کسی کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ پھر جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور اُن کیلئے صبح کی نماز تاخیر اور اسفار میں پڑھنے میں سہولت ہونے لگی اور اس وقت لوگوں کا جماعت میں شریک ہونا آسان ہونے لگا تو ان کی جماعت فوت نہ ہوجائے اس بنا پر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسفار میں نماز پڑھنے لگے اور ساتھ ساتھ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے: "اصبحوا بالصبح فانّهٗ اَعظَمُ لِلاَجرِ" یعنی نمازِ فجر خوب اُجالے میں پڑھو اس میں بہت زیادہ اجر ہے۔ (ابوداؤد جلد نمبر ۱/ ۶۱ ۷) اور ایک حدیث میں اس طرح کے الفاظ آئے ہیں: "اَسفِرُوا بِالفَجرِ فَاِنَّهٗ اَعظَمُ لِلاَجرِ" نماز اُجالے میں پڑھو اس میں بڑا اجر وثواب ہے۔ (ترمذی شریف) دیگر کتبِ حدیث میں بھی قریب قریب یہی الفاظ مبارکہ ہیں: جیسے مسلم شریف جلد ۱/ ۲۳۲، نسائی شریف جلد ۱/ ۵۰، ابن ماجہ جلد ۱/ ۹۴، مجمع الزوائد جلد ۱/ ۲۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱/ ۱۲۳، طحطاوی شریف جلد ۱/ ۱۰۶ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ اسلئے فقہاء کرام رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز اُجالے میں ادا کی جائے یعنی طلوع آفتاب سے اس قدر پہلے شروع کی جائے کہ سنت کے مطابق (کم از کم چالیس یا پچاس آیات) پڑھ کر نماز پوری کرسکیں اور اگر نماز میں فساد آجائے تو مسنون قرأت کے ساتھ نماز کا اعادہ کرسکیں۔ (اس کیلئے پچیس تیس منٹ کافی ہیں) یعنی طلوع آفتاب سے پچیس تیس منٹ پہلے جماعت کا مقرر کرنا مستحب ہے۔ یہ اسلئے کہ صبح کا وقت سونے اور غفلت کا ہے، غلس میں جماعت کرنے سے اکثر لوگوں کی جماعت فوت ہوگی۔ اسلئے تاخیر افضل ہے مگر اس قدر تاخیر نہ ہو کہ سلام پھیرنے کے بعد اعادہ کا وقت نہ رہے۔ "مالا بدمنہ" میں ہے۔ صبح کی نماز اتنے اُجالے میں پڑھنا مستحب ہے کہ مسنون قرأت سے ادا کرنے کے بعد اتنا وقت رہے کہ نماز فاسد ہوجائے، تو دوبارہ مسنون قرأت کے ساتھ ادا کرسکے۔ (مالا بدمنہ صفحہ ۵۲)

ننگے سر نماز پڑھنا بے اَدبی ہے!

خلاصہ یہ کہ رمضان المبارک میں لوگ فوراً مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور نماز کے انتظار ہی میں ہوتے ہیں، لہٰذا جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رمضان المبارک میں نمازِ فجر غلس یعنی اندھیرے میں ادا کرنا بہتر اور افضل ہے، جبکہ غیر رمضان میں لوگ کا انتظار نہیں ہوتا اس بنا پر غیر رمضان میں اَسفار یعنی پوری روشنی میں نمازِ فجر ادا کرنا بہتر اور افضل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: ہمارے کچھ مسلمان بھائی وتر کی دوسری رکعت کے بعد التحیات نہیں پڑھتے ہیں بلکہ وہ دوسری ہی رکعت میں دُعائے قنوت پڑھتے ہیں؟ کیا اس طرح وتر ہوگی یا نہیں؟

امتیاز احمد۔لارکی پورہ اسلام آباد

جواب: حامداً ومصلیاً. امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے جو کہ عشا کی فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے، علّامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں: "هو فرض عملاً وواجب اعتقاداً وسنة ثبوتاً" (الدر المختار علی هامش ردّ المختار جلد ۱/ ۱۹۴) یعنی وتر کی نماز عملاً فرض ہے اعتقاد کے اعتبار سے واجب ہے اور ثبوت کے لحاظ سے سنت ہے۔ جس طرح مغرب کی تین رکعات نماز ادا کی جاتی ہے اسی طرح وتر کی نماز بھی ادا کی جائیگی یعنی دو رکعت کے بعد قعدہ ہوگا جسے قعدۂ اولیٰ کہا جائیگا اور جس طرح مغرب کے قعدۂ اولیٰ کے اندر التحیات پڑھی جاتی ہے درودِ شریف نہیں پڑھا جاتا ہے یہاں بھی التحیات پڑھی جائیگی درودِ شریف نہیں پڑھا جائیگا درمختار اور ابن عابدینؒ کی اس کی شرح ردّ المختار المعروف بالشامی میں یہ عبارت آئی ہے "هو ثلاث ركعات بتسليمة كالمغرب" ابن عابدین شامی نے اس عبارت کے تحت لکھا ہے "افاد انّ القعدة الاولىٰ فيه واجبة وانّه لا يصلّى فيها على النبى صلّى الله عليه وسلّم" (الدر المختار علی هامش ردّ المختار جلد ۱/ ۲۹۴) عبارتِ مذکورہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وتر کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات تو پڑھی جائیگی درودِ شریف نہیں پڑھا جائیگا امام شافعیؒ کے نزدیک وتر کی کم سے کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت ہے مگر وتر کی صرف ایک رکعت پڑھنا ان کے نزدیک بھی خلاف اولیٰ ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ) اگر حضرات شافعیہؒ کے قول کے مطابق کوئی وتر کی تین رکعت پڑھتا ہے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت اور ملا کر اسکو وتر بناتا ہے تو دو رکعت پڑھنے کے بعد حضرات شافعیہؒ کے نزدیک التحیات او ردرودِ شریف تو بدرجۂ اولی پڑھا جائیگا حتی کہ امام شافعیؒ کے یہاں قعدۂ اولیٰ میں التحیات بھی پڑھی جائیگی اور درودِ شریف بھی پڑھا جائیگا اگرچہ علماء احناف کے یہاں قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھی جائیگی درودِ شریف نہیں پڑھا جائیگا۔ بہرحال آپ کے پوچھے ہوئے سوال کے مطابق اگر کوئی شخص وتر کی دو رکعت کے بعد قعدۂ اولیٰ میں تشہد نہیں پڑھتا ہے تو یہ تصریح فقہا کے خلاف ہے، دو رکعت کے بعد تشہد کا پڑھنا واجب اور ضروری ہے، واجبات کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن عابدین شامیؒ نے لکھا ہے: "قعدۂ اولیٰ کا تشہد پڑھنا بھی واجب ہے اور قعدۂ اخیرہ کا تشہد پڑھنا بھی واجب ہے، اور واجبات صلوٰۃ کا حکم فقہا کے یہاں یہ ہیکہ اگر بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہوجاتی ہے اگر جان بوجھ کر کوئی واجب چھوڑ دے تو اخیر میں سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہیں ہوگی، لہٰذا اس نے وتر کی جتنی بھی نمازیں بغیر تشہد کے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں، وتر چونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہے لہٰذا جو وتر اس نے بغیر تشہد کے پڑھی ہے اسکی قضا کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح دین سمجھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نعت شریف

تمنا ہے کہ طیبہ میں کبھی اپنا گزر ہوتا
جہاں کچھ دھول مل جاتی وہیں اپنا سر ہوتا
جنونِ عاشقی ہی ہم سفر ہوتا مدینے میں
نہ کوئی اپنا بیگانہ، نہ کوئی گھر نہ در ہوتا
غم دنیا سے ہنگامہ ہے برپا دل کی دُنیا میں
محمد ہی کا غم ہوتا تو کتنا معتبر ہوتا
مقدر سے جو مل جاتا حرم کا ایک کنکر بھی
وہی واللہ نظروں میں مری لعل وگہر ہوتا
سفینہ بچ کے طوفانوں سے ساحل پر پہونچ جاتا
اگر عشق محمدؐ ہی ہمارا راہبر ہوتا
جو اوصاف نبیؐ کا آج سکہ دہر میں چلتا
جہاں کا نظم کیوں چاروں طرف زیروزبر ہوتا
اگر ہم آپؐ کے نقش قدم پر گامزن ہوتے
تو آہوں میں توانائی دُعاؤں میں اثر ہوتا
زبیرؔ اب ایک ہی ارمان کی تکمیل باقی ہے
مدینے میں خدایا آخری اپنا سفر ہوتا

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC
ایک بار آزمایئے، بار بار تشریف لایئے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact Nos: 9419040053

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ کی ہر بات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ

www.khanqah.in

علم نحو سیکھئے - 24

مولانا محمد طاہر قاسمی۔ اُستاذ سواءالسبیل

سوال: منصرف اور غیر منصرف میں اصل کون؟

جواب: منصرف اور غیر منصرف میں منصرف اصل ہے، کیونکہ اسم پر تینوں حرکت کا ہونا اصل ہے، اور منصرف میں یہ بات پائی جاتی ہے۔

سوال: منصرف پر کسرہ اور تنوین کیوں داخل ہوتا ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فعل سے مشابہت نہیں ہے، نہ لفظ نہ ہی معنی پر۔ (شرح شذور الذھب)

سوال: غیر منصرف کسے کہتے ہیں؟

جواب: غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو سبب کے قائم مقام ہے پایا جائے، جیسے عُمَرُ۔

سوال: اَسباب منع صرف کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں؟

جواب: اَسباب منع صرف نَو (۹) ہیں وہ یہ ہیں، ۱) عدل جیسے عُمَرُ، ۲) وَصف جیسے اَحْمَرُ، ۳) تانیث جیسے طَلْحَۃُ۔ ۴) معرفہ جیسے زینب۔ ۵) عُجمہ جیسے اَبراھیم۔ ۶) جمع منتہی الجموع جیسے مساجد۔ ۷) ترکیب جیسے بَعْلَبَکّ۔ ۸) الف نون زائدتان جیسے عثمان۔ اور ۹) وزن فعل جیسے اَحْمَدُ۔ (ہدایت النحو)

سوال: غیر منصرف کی وجہ تسمیہ بتائیے؟

جواب: غیر منصرف بمعنی نہ بدلنا چونکہ غیر منصرف بھی تنوین حالت میں بدلتا نہیں ہے کہ اس وجہ سے اس کو غیر منصرف کہتے ہیں۔

سوال: غیر منصرف کا حکم کیا ہے؟

جواب: غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں داخل ہوتی ہے۔ جیسے جاءَ عُمَرُ۔ رَاَیْتُ عُمَرَ۔ مَرَرْتُ بِعُمَرَ۔ (ہدایت النحو)

سوال: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین داخل کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: غیر منصرف کی دو فرعیّتوں میں فعل سے مشابہت ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتی ہے، اس بنا پر غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتی ہے۔ (تحریر سنبٹ)

سوال: غیر منصرف کی فعل سے کس طرح مشابہت ہے؟

جواب: فعل کے اندر اسم کے لحاظ سے دو فرعتیں ہیں۔ (۱) معنی مصدری جس کی وجہ سے فعل مصدر کا محتاج ہوتا ہے۔ (۲) فاعل کی طرف نسبت جس میں فاعل فعل کی طرف محتاج ہوتا ہے اسی طرح غیر منصرف کے اندر دو علتیں پائی جاتی ہیں، ہر علّت اپنے اصل کی فرع ہے، جیسے تانیث، مذکر کی فرع ہے، پس اس فرعیت کی وجہ سے غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے۔ (وافیہ)

سوال: منصرف اور غیر منصرف کتنے اُمور میں مشترک ہیں؟

جواب: منصرف اور غیر منصرف دو امر میں مشترک ہیں، رفع بشکل ضمہ اور نصب بشکل فتحہ آنے میں مشترک ہیں۔ اور دو اَمر میں مختلف ہیں، ۱) غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی ہے اور منصرف پر آتی ہے۔ (۲) اور غیر منصرف پر کسرہ نہیں آتا ہے اور منصرف پر کسرہ آتا ہے۔ (شرح شذور الذھب)

☆ جس نے حُسنِ عمل سے فرض کی قدر کی، اُس نے اللہ کی قدر کی۔
☆ جس نے حُسنِ اطاعت سے سنّت کی قدر کی، اُس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قدر کی۔
☆ جس نے عیاذاً باللہ روگردانی کر کے فرض اور سنّت کی بے قدری کی، اُس نے اللہ اور رسول ا کی بے قدری کی۔
☆ اللہ سے دُعا ہے کہ پوری اُمت کو نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر فرائض وسُنن کی قدردانی جمیل تعمیل سے نصیب ہو۔ (حمید اللہ غفرلہ)

رمضان میں سالانہ چھٹیاں کیوں؟

حضرت جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

ہمارے دینی مدارس میں عرصہ دراز سے یہ رواج اور طریقہ چلا آرہا ہے کہ سالانہ چھٹیاں اور تعطیلات ہمیشہ رمضان المبارک کے مہینے میں کی جاتی ہیں۔ ۱۵ر شعبان المعظم کو تعلیمی سال ختم ہوجاتا ہے اور ۵ر شوال تک تقریباً دو ماہ کی سالانہ چھٹیاں ہوجاتی ہیں، شوال المکرّم سے نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے، یہ ہمارے بزرگوں کا جاری کیا ہوا طریقہ ہے۔ اس طریقہ پر لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ مولوی صاحبان رمضان میں لوگوں کو اس بات کا سبق دیتے ہیں کہ آدمی رمضان کے مہینے میں بے کار ہوکر بیٹھ جائے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تو رمضان میں جہاد کیا اور دوسرے کام کئے، خوب سمجھ لیں کہ اگر جہاد کا موقع آجائے تو بے شک آدمی جہاد بھی کرے، چنانچہ غزوۂ بدر اور فتح مکہ رمضان میں ہوئے لیکن جب سال کے کسی مہینے میں چھٹی کرنی ہی ہے تو اس کیلئے رمضان کے مہینے کا انتخاب اس لئے کیا تاکہ اس مہینے کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادت کیلئے فارغ کرسکیں۔

اگرچہ ان دینی مدارس میں پورے سال جو کام ہوتے ہیں وہ بھی سب کے سب عبادت ہیں، مثلاً قرآن کریم کی تعلیم، حدیث کی تعلیم، فقہ کی تعلیم وغیرہ، مگر یہ سب بالواسطہ عبادات ہیں، لیکن رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس مہینے کو میری براہِ راست عبادت کیلئے فارغ کرلو، اسلئے ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جب چھٹی کرنی ہی ہے تو بجائے گرمیوں میں چھٹی کرنے کے رمضان میں چھٹی کرو تاکہ رمضان کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادات میں صرف کیا جاسکے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں چھٹی کرنے کا اصل منشاء ہے۔

بہرحال! رمضان المبارک میں چھٹی کرنا جن کے اختیار میں ہو وہ حضرات تو چھٹی کرلیں اور جن حضرات کے اختیار میں نہ ہو وہ کم ازکم اپنے اوقات کو اس طرح مرتب کریں کہ اسکا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادت میں گزر جائے۔ اور حقیقت میں رمضان کا مقصود بھی یہی ہے۔

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ دیکھو قرآن کریم کی سورۃ الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ''.

یعنی جب آپ دوسرے کاموں سے جن میں آپ مشغول ہیں، فارغ ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تھکے، کس کام کے کرنے میں تھکے؟ نماز پڑھنے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے میں تھکے اور اپنے ربّ کی طرف رغبت کا اظہار کیجئے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم ذرا سوچو تو سہی کہ یہ خطاب کس ذات سے ہورہا ہے؟ یہ خطاب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہورہا ہے، اور آپ سے یہ کہا جارہا ہے کہ جب آپ فارغ ہوجائیں، یہ تو دیکھو کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کن کاموں میں لگے ہوئے تھے جن سے فراغت کے بعد تھکنے کا حکم دیا جارہا ہے؟ کیا حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم دُنیاوی کاموں میں لگے ہوئے تھے؟ نہیں، بلکہ آپ کا تو ایک ایک کام عبادت ہی تھا، یا تو آپ کا کام تعلیم دینا تھا یا تبلیغ کرنا تھا یا جہاد کرنا تھا یا تربیت اور تزکیہ تھا، تو آپ کا تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود آپ سے کہا جارہا ہے کہ جب آپ ان کاموں سے فارغ ہوجائیں۔ تو اَب آپ ہمارے سامنے کھڑے ہوکر تھکئے، چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ساری ساری رات نماز کے اندر اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم مشغول تھے وہ بالواسطہ عبادت تھی اور جس عبادت کی طرف اس آیت میں آپ کو بلایا جارہا تھا وہ براہِ راست عبادت تھی۔

آدابِ صِیام

از: مولانا محمد حمید اللہ لون۔ دامت برکاتہم

(۱) نیت نہ بھولئے۔ کل کے فرض روزے کی نیت کرتا ہوں ''یا اللہ توفیق اور قبولیت چاہتا ہوں''۔
(۲) آسانی سے ہضم ہونے والی غذا استعمال کریں اور پانی میں مناسب اضافہ دن کو بدن کی خشکی سے بچاتا ہے۔
(۳) دوائیوں کا نظام افطار اور سحر کے اوقات میں رکھیں۔
(۴) مشقت کا کام نہ کیا جائے جو نمازوں میں سُستی پیدا کرے۔
(۵) دوپہر کو قیلولہ کرنے کا اہتمام کرے تاکہ نماز اور سحر خیزی میں سہولت ہو۔
(۶) ہر نماز، روزہ، تلاوت اور عبادت نئی ہوتی ہے، تازہ نیت سے ربّ کو خوش کیجئے۔
(۷) اعضاء بدن کا روزہ گناہوں سے ان کو دور رکھنا ہے۔
(۸) سرورِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم ہواؤں کی جھونکوں کی طرح سخاوت فرماتے تو کچھ نہ کچھ نقد یا جنس ضرور روزانہ صدقہ کریں۔
(۹) شدید ضرورت کے بغیر رمضان میں سفر نہ کریں۔
(۱۰) بوقت سحر کچھ نہ کچھ نفل عبادت، ذکر واستغفار یا درود شریف وغیرہ ضرور پڑھیں اور بددُعا اور لعنت کرنے سے ضرور بچیں کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے آگے.........

تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے، جو واجب الوجود ہے، اصطلاح میں اللہ کسے کہتے ہیں؟ اَللّٰہُ ھُو عَلَمٌ لِذَاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُودِ الْمُسْتَجْمِعُ لِجَمِیْعِ الصِّفَاتِ الْکَمَالِ الْمُنَزَّہ عَنِ النَّقْصِ وَالزَّوَال اللہ ایسی ذات عالی کا نام ہے جو واجب الوجود ہے، تمام صفات کمال کی جامع ہے، اللہ ایسی ذات کو کہتے ہیں جو نقص اور زوال سے منزہ اور پاک ہو۔

اللہ کے بارے میں عقیدہ: اسلام کے اعتقادی و عملی نظام میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عقیدہ اور ایمان رکھنا بنیادی واساسی حیثیت رکھتا ہے، سب ایمانیات واعتقادات میں یہ اصل الاصول ہے، اور باقی اعتقادات اس کی فرع ہیں، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا گیا، اور جو ہم عقیدہ وایمان رکھتے ہیں اس کا لب لباب یہ ہے کہ:

۱۔ انسان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ سارا جہان جو آج ایک وجود رکھتا ہے پہلے کچھ بھی نہ تھا، اللہ نے ہست کو نیست اور نابود کو وجود بخشا۔ ذلکم اللہ ربکم خالق کل شیٔ۔ (مومن:۶۲)

۲۔ اللہ یکتا ہے، وہ بے نیاز ہے، کسی کا محتاج نہیں ہے، کسی کا باپ نہیں اور نہ ہی کسی کا بیٹا ''لم یلد و لم یولد'' (اخلاص)

۳۔ اللہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، وہ بے مثل و بے مثال ہے، وہ زندہ ہے ہر چیز پر قادر ہے کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہے وہ سب کچھ دیکھتا سنتا ہے، وہی قابل عبادت اور لائق پرستش ہے، وہ لاشریک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں وہ مصائب ومشکلات سے نجات دیتا ہے، وہی گرفتار بلا کرتا ہے، وہی عزت وذلت دیتا ہے، روزی رساں وہی ہے، روزی میں فراخی اور تنگی وہی کرتا ہے۔

۴۔ اللہ نے بندوں کو ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو وہ نہ کرسکے۔

۵۔ اللہ کی صفات ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی وہ بندوں کی صفات سے پاک ہے اللہ کے لیے قرآن میں کبھی لفظ ''ہاتھ'' اور ''پنڈلی'' وغیرہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے ان کے معانی کو اللہ ہی کے سپرد کیا جائے۔

۶۔ دنیا میں برا ہو یا بھلا یہ سب منجانب اللہ ہوتا ہے، کسی کام کے وجود میں آنے سے پہلے اسے اللہ ہی جانتا ہے، اچھی یا بری تقدیر بھی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز ضروری نہیں ہے، اگر وہ کسی پر مہربان ہوجائے تو یہ اس کا فضل اور احسان ہے۔

۸۔ اللہ ایک عظیم ہستی کا نام ہے، جو موجود ہے، لیکن اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔

۹۔ اللہ ہی اس رنگا رنگ کائنات کا یکہ وتنہا رب اور مالک ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ ایسی ذات کا نام ہے، جو اس تمام کائنات کا اکیلا مالک ومختار ہے، اس کے تصرفات میں اس کی اپنی منشاء شامل ہے، کوئی غیر اس کے کاموں کا دخیل نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

۱۱۔ اللہ ایسی ذات ہے، جو اکیلے ہی ہم سب کی عبادات کے لائق ہے، عبادات میں کوئی دوسرا اس کا شریک وسہیم نہیں ہے۔

۱۲۔ وہ رب ہے، جو اپنی مخلوق کو رزق دیتا ہے۔

۱۳۔ وہ علیم ہے، ہر بات خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اس سے باخبر ہے۔ اس وقت کیا ہو رہا ہے، آئندہ کیا ہوگا، وہ سب جانتا ہے۔

۱۴۔ وہ حکیم ہے، اس کے تمام کام حکمت سے پُر ہوتے ہیں۔

۱۵۔ وہ عزیز ہے، جو ہر شیٔ پر غالب اور طاقتور ہے۔

۱۶۔ وہ علیم ہے اس کا ہر کام اندازے کے مطابق ہوا کرتا ہے، کسی کام میں بے عدلی اور ناانصافی نہیں کرتا۔ (جاری)

دارالعلوم سواء السبیل آپ کی خدمت.........؟

دارالعلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحرِ علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواء السبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاوُن کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ داریا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یالوہا خود لاسکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دارالعلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

شادی کے موقعہ پر نماز سے عورتوں کی غفلت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ نور اللہ مرقدہٗ

بیاہ شادی کے موقعہ پر عورتیں اکثر نمازیں قضا کردیتی ہیں، اپنی نکالی ہوئی رسمیں تو ایسی پابندی سے پوری کرتی ہیں کہ گویا بالکل فرض ہیں اور خداوند کریم کے فرضوں سے بالکل غفلت برتتی ہیں اور دلہن جب تک دلہن رہتی ہے نماز پڑھتی ہی نہیں۔ نماز پڑھنے کو بے شرمی سمجھا جاتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ کھانے پینے میں شرم نہیں اور نماز پڑھنے میں شرم آڑے آجاتی ہے، کیسی بے جا بات ہے؟ اسی طرح جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے اُن میں رمضان کے روزے بھی رکھنا ہے، پُرانی عورتوں کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ نماز میں تو کوتاہی کرتی ہیں مگر روزوں میں مردوں سے آگے رہتی ہیں مگر آج کل کی اُبھرتی ہوئی نسل، اسکول وکالج کی پروردہ پود روزہ نماز دونوں سے غافل ہے، غافل ہی نہیں نماز روزہ کا مذاق اُڑاتی ہے اور اسلام کے کاموں پر فقرے کسے جاتے ہیں، دُنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا آخر مرنا ہے، قبر کی گود میں بھی جانا ہے، یہ ٹیڈی فیشن اور موڈرن اسٹائل وہاں کیا کام دے گا، اَفسوس آخرت کی فکر نہیں کرتے گویا ہمیشہ اسی دُنیا میں رہیں گے۔ ''یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ'' عورت کو چاہیے پاک دامن رہے، عزّت وعصمت محفوظ رہے، نسوانیت کا تعلق صرف شوہر سے رہے اور بس! نامحرموں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام کرنا نظریں نیچی رکھنا بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا اور کسی مجبوری سے نکلنا پڑے تو کسی محرم کو ساتھ لیکر خوب پردے کا خیال کرتے ہوئے نکلنا ان چیزوں سے عورت کو عفت وعصمت محفوظ رہ سکتی ہے۔ آج کے دَور میں یہی چیزیں ناپید ہورہی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی بہت سی لڑکیاں تو پردہ کا مذاق بناتی ہیں اور شرم وحیا کو عیب سمجھتی ہیں کالج کے طلبہ اور طالبات آپس میں فرینڈ (دوست) بن جاتے ہیں، جو چیزیں خلافِ عصمت ہیں وہ دوستی میں نبھ جاتی ہیں، پھر بن بیاہی ماؤں کی اولاد کوڑے کے ڈھیروں اور نالوں کی گہرائیوں میں پڑی ملتی ہے، سب نظروں کے سامنے ہے مگر آنکھوں پر ایسے پردے پڑے ہیں کہ شریعت کی پابندیوں کے مطابق بہو بیٹیوں کو چلانے پر مرد بھی راضی نہیں ہیں، آخر ان کے ذہن بھی تو دُشمنانِ اسلام یہود ونصاریٰ نے مسموم کردیئے ہیں اور آزادی کا زہر پلاکر سب کے دماغوں کو فالج زدہ کردیا ہے حق بات کوئی اثر نہیں کرتی۔ ''فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْ ظَلَمُوا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُون'' عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے شریعت میں شوہر کے بڑے حقوق ہیں قرآن شریف میں فرمایا ہے: ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللہُ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْض'' مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ'' اور مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ان آیتوں میں واضح طور پر مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور سردار بتایا ہے، اولاد کی پرورش خانگی امور مرد وعورت دونوں ہی کے باہمی میل محبت اور مشورہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں لیکن شوہر کا مرتبہ بڑا ہے، مردوں کو جہاں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت وطاقت زیادہ دی ہے، وہاں اُسے سمجھ بھی زیادہ دی ہے، حوصلہ، ہمت، بہادری، دلاوری مردوں میں زیادہ ہے، اِلَّا ماشآء اللہ ۔ ان اوصاف کی وجہ سے مرد کو برتری دی گئی ہے اور اسے عورت کا سردار بتایا گیا ہے، جو سردار ہے اُس کی فرمانبرداری ضروری ہوتی ہے ورنہ کاموں میں خلل پیدا ہوجاتا ہے دَورِ حاضر کی فیشنبل عورتیں مرد کی سرداری تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں بلکہ بہت سی عورتیں اپنے کو بیوی اور شوہر کو شوہر کہنے کو بھی آبرو کے خلاف سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مجھے بیوی نہیں بلکہ فرینڈ کہو۔ بیوی کہنے میں انسلٹ ہے۔ شریعت نے عورت کے لئے کسی ایک مرد سے نکاح کرکے خاص اسی مرد کے ماتحت رہنے کا جو قانون بنایا ہے، اسی دوستی والی بات ہی کو تو ختم کیا ہے۔ دوستی میں ایجاب وقبول، نکاح، گواہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جس سے دل ملا، آنکھ لگی ساتھ ہولیے، یہ طریقہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے راستہ کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ آج انسان اپنی انسانیت کی قیمت بھی نہیں پہچانتا۔ زندگی کے رُخ کو محض حیوانیت پر ڈالنے کو کمال ترقی سمجھنے لگا ہے۔

Vol. 14 No: 26 | 19 July 2013 | Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 20-07-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت 2

صرف رمضان کے 26 دنوں میں!!!

اعدادوتقدیم: (مولانا) حذیفہ بن غلام محمد وستانوی
ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوام کل کوا

کسی تہذیب کی نفاست کا انحصار اس کی مادی ترقی پر ہوتا ہے لیکن اس کے معیار اور بقا کا انحصار اس کی روحانی ترقی پر ہوتا ہے۔آج کے انسان نے مادی آسائشوں کی دوڑ میں روحانی پہلو کو نظر انداز کردیا ہے۔اور اسی وجہ سے مادی ترقی کے باوجود ذہنی سکون سے عاری ہیں۔آج انسان مادیت کی دوڑ میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مادی مسائل کا حصول کن ذرائع سے کررہا ہے،اپنے کتنے بھائیوں کی حق تلفی کررہا ہے،اوراپنے کتنے بھائیوں کوموت کے گھاٹ اتاررہا ہے۔دوسرے الفاظ میں آج کا انسان اپنے ہم جنسوں کے حقوق پامال کرتے ہوئے مادیت کے اس دوڑ میں برتری حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے۔انہی انسانی حقوق کا نام دینی اصطلاح میں ''حقوق العباد'' ہے۔

معاشرے میں رہتے ہوئے فرد کے ہر عمل کا اثر دوسرے افراد پر ہوتا ہے۔گھر میں رہتے ہوئے،بازاروں میں چلتے ہوئے،بازاروں میں خرید وفروخت کرتے ہوئے،تعلیمی اداروں میں پڑھتے یا پڑھاتے ہوئے،انتظامیہ میں کام کرتے یا کراتے ہوئے،عدلیہ میں انصاف دیتے یا انصاف طلب کرتے ہوئے،تجارت میں لین دین کرتے ہوئے،کارخانے میں انتظام چلاتے یا کام کرتے ہوئے،سفر کرتے ہوئے،سڑک پر گھاڑی چلاتے ہوئے،یافٹ پاتھ پر پیدل چلتے ہوئے،دوستوں سے ملتے ہوئے،مخالفوں سے بات کرتے یا مخالفت ہوئے حتیٰ کہ بہت سے نجی کام (مثلاً ریڈیو،ٹیپ وغیرہ سنتے یا دیکھتے ہوئے) کرتے ہوئے ہر فرد کا دوسرے افراد پر اثر ہوتا ہے یہ اثر اچھا بھی ہوسکتا ہے اور برا بھی،اس اثر کو اچھا بنانے کے لیے یا اس کے مضرت رساں اثرات کو کم کرنے کے لیے ہر معاشرہ کچھ اصول وضع کرتا ہے،اسلام نے بھی کچھ اصول وضع کئے ہیں،ان اصولوں کا نام حقوق العباد ہے۔

اسلامی اخلاق وکردار کے تعمیر کی ضرورت : معزز قارئین! اخلاق،خوش اخلاق یا بد اخلاق کے الفاظ آپ اور میں روزانہ سنتے اور خود استعمال کرتے ہیں۔لیکن جتنے یہ الفاظ عام ہیں۔ویسا ہی ان کا مفہوم ومطلب بھی ہر شخص اپنے علم،عقل،تجربہ اور مشاہدہ کے مطابق اپنے ذہن میں علیحدہ رکھتا ہے۔جو عام طور پر محدود ومختصر ہوتا ہے۔لہٰذا پیشتر اس سے کہ ہم اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کریں۔ہمیں اخلاق وکردار کی ایک جامع تعریف جان لینی چاہئے۔جیسا کہ پہلے مضمون میں بھی یہ بات گزری کہ اخلاق جمع خلق کی ہے۔خلق کے لفظی معنی عادات اور طور طریقے کے ہیں۔اس طرح اخلاق کے معنے عادات وخصائل اور اطوار وصفات کے ہوئے۔کردار کے لفظی معنی ہیں عمل،گویا اخلاق وکردار کے معنی ہوئے زندگی گزارنے کے عملی طریقے اور ضابطے،بعض اوقات لفظ خلق ہی ان سب الفاظ کا قائم مقام ہوتا ہے۔اور پورے معنی دیتا ہے۔جیسے قرآن میں ہے،کہ﴿ وإنک لعلیٰ خلق عظیم ﴾ (اور اے نبی آپ عظیم اخلاق وکردار کے حامل ہیں۔) اخلاق وکردار کی جب بھی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد عام طور پر اس کا روشن پہلو ہی ہوتا ہے۔یعنی اچھا مزاج،اچھی طبیعت،اچھی عادات وخصائل اور حسن سلوک،لہٰذا اخلاق وکردار کی جامع تعریف ''زندگی گزارنے کا اچھا اور نیک طریقہ ہوئی۔

اخلاق وکردار کی مذکورہ بالا جامع تعریف کو ذہن میں رکھتے ہوئے دیکھئے کہ کیا اخلاق وکردار سے زندگی کا کوئی گوشہ علیحدہ رہ سکتا ہے۔مثلاً ایک شخص دوسرے سے خوش مزاجی سے ملتا ہے مگر ساتھ ہی اس کی جیب سے بٹوا کھسکا لیتا ہے۔اور اسے اپنی پونجی سے محروم کردیتا ہے،تو کیا ایسے شخص کو کوئی صاحب اخلاق وکردار کہے گا؟ ہرگز نہیں،اگرچہ وہ اس خوش مزاجی سے ملا۔اسی طرح کی چند ایک اور مثالیں ملاحظہ ہوں۔مثلاً ایک مقام پر بسوں کا حادثہ پیش آیا۔اور کچھ نوجوان دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔اور آتے ہی حادثے کے شکار لوگوں کو بسوں میں سے کسی نہ کسی طرح نکالنا شروع کیا۔کچھ لوگ جائے حادثہ پر ہی اللہ کو پیارے ہوگئے اور کچھ زخمی ہوئے،ہلاک ہونے والوں اور زخمی ہونے والوں کو مدد پہنچانے والے نوجوان اسی دوران ہلاک ہونے والے لوگوں کو جیبوں سے روپے کھسکا لیتے ہیں۔اور ان کی کلائیوں پر بندھی ہوئی گھڑیاں اتار لیتے ہیں۔

ایک مثال اور لیجئے،ایک خاتون کہیں سفر میں اپنا زادِراہ کھو بیٹھتی ہے۔یا راستہ بھول جاتی ہے تو کسی سے اپنی مدد کرنے کو یا راستہ بتانے کے بہانے اسے اس کی منزل مقصود کی طرف لے جانے کے بجائے کھانا کھلانے کے لیے اسے ایک ہوٹل میں لے جاتا ہے۔اور اسے اپنی ہوس کا شکار بناتا ہے۔اسی طرح ایک شخص ایک دوسرے شخص کو ملازمت دلواتا ہے۔اسی طرح ایک شخص ایک دوسرے شخص کو ملازمت دلواتا ہے۔ملازمت دلوانے کے بعد وہ اسے دبا کر رکھتا ہے،اس کو رعب دکھاتا ہے اور اس کی اور اس کی بیوی تک کی بے عزتی کرڈالتا ہے۔

عقائد کی اقسام: مذکورہ امہات العقائد کی وضاحت کے بعد یہ تقسیم سمجھ لینا ضروری ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں۔ایک وہ عقیدہ ہے جو قطعیت اور یقین کے ساتھ ثابت ہیں،یعنی ایسے عقیدے جن میں کسی قسم کا شک،ریب اور تردد نہیں ہے اور نہ ہی ایسا سمجھنے کی گنجائش ہے اور ہر زمانے اور ہر دور میں ان کو اتنی شہرت حاصل رہی ہے کہ جس کی وجہ سے ان میں کسی قسم کے شک وشبہ اور انکار وتکذیب کی گنجائش نہیں ہے۔

جیسے توحید ہے،رسالت اور عقیدۂ آخرت ہے ان کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے اور ان کا ثبوت قرآن حکیم کی صریح آیات سے ملتا ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی ملتا ہے قرآن مجید کا کتاب اللہ ہونا فرشتوں کا وجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انبیاء کی آمد ہوئی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا یہ تمام عقائد اسی قبیل سے ہیں۔ ان میں سے کسی کا صریح انکار کفر ہے۔

دوسری قسم ان عقیدوں کی ہے،جن کا ثبوت قابل اطمینان اور تسلی بخش اور پختہ بھی ہو،لیکن اس قطعیت کے باوجود ان کو ایسی شہرت حاصل نہیں،جس کے بعد کسی احتمال یا تاویل کی گنجائش ختم ہوجائے مثلاً عذاب قبر،قیامت اور آخرت کی بعض تفصیلات،جیسے میزان،شفاعت،رویتِ باری تعالیٰ (اللہ کو دیکھنا) قیامت سے قبل دجال کا ظاہر ہونا،حضرت عیسیٰ کا آسمان سے زمین پر اترنا،یہ دوسری قسم کے عقائد ہیں جن کا ثبوت تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پکا اور قابل اطمینان ملتا ہے مگر تمام ثبوت ودلائل کے باوجود پہلی قسم والے عقائد کی پایہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ان میں سے کسی کا انکار بھی ضلالت اور گمراہی ہے

عقائد کے باب میں اہل علم کی ایک اصطلاح ''ضروریات دین'' ہے،جن چیزوں کا ثبوت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ کا ہو کہ ہر زمانہ اور ہر دور میں انہیں ایسی تواتر اور شہرت حاصل رہی ہو،جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش اور احتمال نہ ہو ''انہیں ضروریات دین'' کہا جاتا ہے ان میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار یا تکذیب کفر ہے۔

ہم عقائد کے بارے میں ضروری اور بنیادی امور پر بحث کرچکے ہیں،اب آئندہ صفحات میں چند عقائد پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

ایمان باللہ: یہ بات تو ہم سمجھ چکے ہیں کہ شریعت نے کئی چیزوں پر ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے،ان میں سے بعض کے بارے میں اختصار کے ساتھ بحث ہوچکی ہے،لیکن ان میں بعض باتیں وہ ہیں جو سارے دین اور ایمان کا مرکز اور محور ہیں،ان کے بغیر نہ دین،دین ہے،نہ ایمان،ایمان ہے،نہ عقیدہ،عقیدہ ہے،اور نہ ہی اسلام،اسلام ہے۔گویا کہ وہ سارے نظام کی اساس وبنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان پر صراحۃً ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ان میں سے بعض کا تعلق حق تعالیٰ شانہ کی ذات وصفات کے ساتھ ہے،اور بعض کا تعلق رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ اور بعض کا فرشتوں اور آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ ہے،ہم اب اس اعتقادی اور ایمانی حصہ پر بحث کرتے ہیں،جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہے،جو کہ سب سے اہم الاہم،اور اخص الخصوص ہے۔

اللہ کے معنی: ہم ایک عظیم الشان ہستی کے بارے میں گفتگو اور بحث کرتے اور سنتے رہتے ہیں،مگر ابتدائی بات کم ہی سنی اور کہی جاتی ہے،وہ بات لفظ اللہ کے معانی سے متعلق ہے (1) لفظ اللہ الٰہ سے ہے،لغت عرب میں اِلٰہ کا معنی ہے معبود اور خدا (2) اللہ ذات واجب الوجود کا نام ہے (3) لغت عرب میں اسی مادّے سے الّٰہ اس کا معنی ہے معبود بنانا،خدا کا مرتبہ دینا (4) اللہ خدا